سوائے کلمۂ خیر کے اور کچھ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا۔ اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت! دراصل نہ تو میرے اور میرے والد کے درمیان ایسی کوئی بات ہوئی تھی اور نہ ہی میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا' بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آ رہا ہے اور تینوں مرتبہ آپؓ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپؓ ایسی کون سی عبادتیں کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی زبانِ مبارک سے جیتے جی آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی' لیکن میں نے آپؓ کو نہ تو کوئی نیا عمل کرتے ہوئے دیکھا نہ عبادت میں ہی اوروں سے بڑھا ہوا دیکھا' اب میں جا رہا ہوں' لیکن ایک زبانی سوال ہے کہ آپ ہی بتائیے کہ آخر وہ کون سا عمل ہے جس نے آپ کو پیغمبر خدا ﷺ کی زبانی جنتی بنایا؟ اُن انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس تم میرے اعمال کو دیکھ چکے' ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ انصاری صحابیؓ اُن سے رخصت ہو کر بس تھوڑا سا چلے تھے کہ انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا: ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ' وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے حسد اور بغض اور اس سے دھوکہ بازی کا ارادہ تک بھی نہیں ہوا' میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا۔ حضرت عبداللہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس اب معلوم ہو گیا ہے' اسی عمل نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے' اور یہ وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس میں نہیں۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر' سورۃ الحشر)

حواشی

(۱) سنن الترمذی' کتاب البر والصلة عن رسول اللہ ﷺ' باب ما جاء فی حسن الخلق۔

(۲) موطأ امام مالك' کتاب الجامع' باب انه قد بلغه ان رسول اللہ ﷺ قال بعثت لاتمم حسن الاخلاق۔

(۳) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب صفة النبی ﷺ۔ وصحیح مسلم' کتاب الفضائل' باب کثرة حیائه۔

(٤) مسند احمد۔ وسنن ابی داوٗد' کتاب الادب' باب فی حسن الظن۔

(٥) صحیح مسلم' کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار' باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر۔

(٦) صحیح البخاری' کتاب الایمان' باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه۔

جہاد اور قتال

سید محمد علی ☆

یہ مضمون ''ڈاکٹر محمد خیر ہیکل'' کے ''الجهاد والقتال فی السياسة الشرعية'' کے عنوان سے پی ایچ ڈی کے مقالے کی بعض ابحاث کا ترجمہ ہے۔ اس مقالے کی افادیت کے پیش نظر اس کا اردو زبان میں ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ مؤلف نے اپنے اس مقالے میں جہاد کو قتال کے معنی میں استعمال کیا ہے' اگرچہ وہ جہاد کے عمومی مفہوم کے انکاری نہیں ہیں۔ مؤلف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مکی سورتوں میں لفظ جہاد اپنے عمومی مفہوم میں استعمال ہوا ہے' یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہر قسم کی جدوجہد جہاد ہے' جبکہ مدنی سورتوں میں یہ قتال کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ علاوہ ازیں مؤلف کا یہ کہنا ہے کہ مکی سورتوں میں جہاد جس معنی و مفہوم میں مستعمل ہے وہ اس کا لغوی مفہوم ہے جبکہ مدنی صورتوں میں اس کا شرعی و اصطلاحی مفہوم بیان ہوا ہے۔ ہمارے نزدیک مؤلف کی پہلی بات درست ہے' لیکن دوسری بات درست نہیں ہے۔ جہاد کا جن معنوں میں مکی سورتوں میں استعمال ہوا ہے وہ بھی اس کا شرعی و اصطلاحی مفہوم ہے اور مدنی سورتوں میں اس سے جو معنی مراد ہے وہ بھی اس کا اصطلاحی و شرعی مفہوم ہے' کیونکہ دونوں مفاہیم شریعت سے ثابت ہیں۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ قرآن و سنت میں کسی جگہ وارد لفظ جہاد سے اس کا عمومی معنی مراد لیا جائے یا خصوصی معنی (یعنی قتال)' اس کا تعین قرائن' سیاق و سباق اور دلیل کی بنیاد پر ہوگا۔ مثلاً ان قرائن میں سے ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ مکی سورتوں میں جہاد عام معنی میں جبکہ مدنی سورتوں میں خاص معنی میں مستعمل ہے۔ بہر حال جہاد بمعنی قتال کے اعتبار سے یہ ایک مفید مقالہ ہے جس میں قتال کی مختلف صورتوں کی شرعی حیثیت اور ان کے جواز اور عدم جواز کی بحث کو مؤلف نے قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں قتال کی بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن کو بعض جہادی تحریکوں نے اپنے لیے بطور منہج مقرر کیا ہے۔ (ادارہ)

''جہاد'' کی تعریف کے حوالے سے دو قسم کے مصادر ہماری توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ ایک قسم اُن مصادر کی ہے جن کے مؤلفین کے پیش نظر خصوصی طور پر مفرد الفاظ کی لغوی تحقیق رہی

☆ ریسرچ ایسوسی ایٹ' قرآن اکیڈمی' لاہور

ہے۔ان کتابوں سے الفاظ کے حقیقی معانی خوب واضح ہو جاتے ہیں اور کبھی تو ان میں مجازی' شرعی' عرفی اور اصطلاحی استعمالات کی بھی وضاحت کر دی جاتی ہے۔ان کتابوں میں سے چند ایک یہ ہیں: **المعاجم اللغوية' القاموس المحيط' لسان العرب' مختار الصحاح**۔

دوسری قسم ان مصادر کی ہے جن کے لکھنے والوں نے الفاظ کی اصطلاحی تعریف موضوع کے اعتبار سے کی ہے۔ان کی وساطت سے نہ صرف لغوی معانی بلکہ مخصوص اصطلاحی مفاہیم بھی واضح ہو جاتے ہیں۔اسی طرح ان کتابوں میں لغوی اور اصطلاحی معانی کے مابین پائی جانے والی مناسبت کی طرف بھی واضح اشارہ ہوتا ہے۔ایسے مصادر کے تألیف کرنے والے اگرچہ لغت کے اچھے عالم خیال کیے جاتے ہیں لیکن انہوں نے اپنی بحث و تحقیق کو لغوی مباحث تک ہی محدود نہیں رکھا۔ان کتابوں میں سرفہرست **النهاية لابن اثير** اور **تعريفات للجرجانی** ہیں۔ ان کے علاوہ اصولِ فقہ' فقہ' تفسیر اور حدیث کی بہت سی کتابیں اسی فہرست میں شامل ہیں۔

مصادر کی مذکورہ بالا دونوں قسموں پر اعتماد کرتے ہوئے ہم نے مختلف معانی کے لحاظ سے جہاد کی تعریف کی ہے۔

لغت عرب میں الفاظ کے معانی:

علماءِ لغت کے طریقۂ کار کے موافق علماءِ اصولِ فقہ نے بھی لفظ کی اس حیثیت سے کہ اُس کے معانی کی نوعیت کیا ہے' چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱) حقیقی (۲) مجازی (۳) صریح (۴) کنایہ [۱]

علماءِ اصول نے حقیقت کی تعریف اور اقسام بیان کی ہیں۔تعریف ان الفاظ میں منقول ہے:

انها اللفظ المستعمل فيما وضع له

''لفظ کا ان معانی پر دلالت کرنا جن کے لیے اسے بنایا گیا ہے' حقیقی معنی کہلاتا ہے''۔

اب یہ توضیع (بناوٹ) اپنے متعلقات کے لحاظ سے مختلف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وضع لغوی' وضع شرعی' وضع عرفی اور وضع اصطلاحی درحقیقت لفظ کے حقیقی معنوں میں شامل ہیں۔[۲]

اب ہم حقیقت کی ان اقسام کا تذکرہ کرتے ہیں۔اس کے بعد ہم جائزہ لیں گے کہ ''جہاد'' ان میں سے کون سی قسم سے تعلق رکھتا ہے۔

(۱) <u>حقیقتِ لغوی</u>: لفظ کا ان معانی کے لیے استعمال کیا جانا جن کے لیے اسے لغت میں ایجاد کیا گیا ہے۔جیسے انسان' فرس (گھوڑا)۔[۳]

(۲) حقیقتِ شرعی: شریعت میں الفاظ کا وہ خاص مفہوم جس کے لیے انہیں عرب نے وضع نہ کیا ہو' حقیقتِ شرعی کہلاتا ہے۔ [٤] اس کی مثال لفظ ''الصلاۃ'' ہے کہ وضع عربی کے اعتبار سے اس کے معنی ''دعا'' کے ہیں جب کہ شریعت نے اسے ایک نیا مفہوم عطا کیا ہے' یعنی افعال واقوال کا وہ مجموعہ جو تکبیر سے شروع ہو کر تسلیم پر ختم ہو جاتا ہے' صلوٰۃ کہلاتا ہے۔

(۳) حقیقتِ عرفی: عرف و عادت میں لفظ کا اپنے موضوع لہٗ معنی سے ہٹ کر کسی اور معنی میں استعمال ہونا یا کسی لفظ کا اپنے لغوی معنی کے بجائے عادی و عرفی معنی میں استعمال ہونا حقیقتِ عرفی کہلاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

i) ایک لفظ پہلے عام معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو' پھر اہل لغت کے عرف میں مخصوص معنی کے لیے خاص ہو گیا ہو' جیسے لفظ ''دابّۃ'' ہے۔ یہ ذواتِ اربعہ (چوپاؤں) پر بولا جاتا ہے اور چوپاؤں پر اس کا استعمال حقیقتِ عرفی کے قبیل سے ہے' کیونکہ اصل لغت میں ہر اُس چیز کو ''دابّۃ'' کہتے ہیں جو زمین پر چلتی ہو' اور اس معنی کے لحاظ سے تو انسان اور حیوان بھی ''دابّۃ'' کی تعریف میں شامل ہو جاتے ہیں۔

ii) ایک لفظ کا اصل لغت میں مستقل معنی ہو' پھر وہ عرف میں ایسے معنی کے لیے عام ہو گیا ہو جس کا اصل لغوی معنی سے کوئی تعلق نہ ہو اور اب مطلق طور پر اس سے عرفی معنی ہی سمجھا جاتا ہو۔ جیسے لفظ ''الغائط'' ہے کہ اس کا لغت میں اصل معنی نشیبی یا ہموار زمین کا ہے لیکن اہل لغت کے ہاں بول و براز کے معنی میں معروف ہے' اور اب مطلق طور پر اس کا یہ معروف معنی ہی غالب ہے۔ [٥]

(۴) حقیقتِ عرفی کی خاص نوعیت: اسے اہل علم کے ہاں ''اصطلاح'' کے عنوان سے بھی گردانا جاتا ہے۔ اور یہ وہ انداز ہے جو لغت میں کسی مستقل معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو لیکن کسی طبقے میں اسے لغوی معنی کی بجائے دوسرے خاص معنی کے لیے استعمال کیا جاتا ہو۔ جیسے رفع' نصب' جر کی اصطلاحات اہل نحو کے ہاں معروف ہیں۔ گویا علم نحو میں یہ اصطلاحات حقیقی معنوں میں استعمال ہوتی ہیں۔ [٦]

اس بحث کے بعد یہ نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ اگر اہل لغت کوئی بھی لفظ مذکورہ بالا حقیقت کی چار قسموں کے علاوہ قرینے کی بنیاد پر' کسی خاص معنی میں استعمال کریں تو لفظ کا یہ استعمال مجازی معنی میں کہلائے گا۔ [٧]

اس قاعدے کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اہل دین وشرع کے ہاں لفظ ''الصلاۃ'' کا معنیٰ ''دعا'' مجاز کے قبیل سے ہوگا' جبکہ اہل لغت کے ہاں یہ معنی حقیقت کے قبیل سے ہوگا۔ اس اجمال کی تفصیل کے لیے ابواُسید ساعدی مالک بن ربیعہ کی روایت پیش خدمت ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> ''ہم (صحابہ) نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ بنوسلمہ کا ایک شخص آیا اور نبی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: کیا میں اپنے والدین کے ساتھ اُن کی وفات کے بعد بھی کوئی بھلائی کر سکتا ہوں؟ آپؐ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''ان دونوں (والدین) کے لیے دعا کرنا (الصلوٰۃ علیھما)' ان کے کردہ گناہوں کی بخشش طلب کرنا' ان کے وعدوں کی پاسداری کرنا' ان کے احباب کو دامنِ عزت میں جگہ دینا اور اُن کے واسطے سے جنم لینے والی رشتہ داریوں کو قائم رکھنا۔ (یہ سب والدین کے ساتھ ان کی موت کے بعد بھلائی ہے)''۔[۸]

اس حدیث میں لفظ ''الصلاۃ'' دعا کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے اور یہ مجاز کے قبیل سے ہے۔ نبی ﷺ دین وشرع کے لانے اور پہنچانے والے ہیں۔ آپؐ کا لفظ ''الصلاۃ'' کو لغوی معنوں میں استعمال کرنا حقیقی نہیں مجازی کہلائے گا۔ اس لیے کہ اہل شرع کے ہاں ''الصلاۃ'' کا حقیقی مفہوم لغت والا نہیں بلکہ وہ مفہوم حقیقی ہے جو شارع نے مقرر کیا ہے۔ اسی طرح جب اہل لغت لفظ ''الصلاۃ'' کو کسی قرینہ کی بنیاد پر شرعی معنی میں استعمال کریں تو اُن کا یہ استعمال بھی مجازاً ہوگا' کیونکہ اہل لغت کے ہاں ''الصلاۃ'' کا حقیقی مفہوم ''دعا'' ہے۔

اس مقام پر جو چیز ہمارا مقصودِ نظر ہے وہ لفظ ''الجہاد'' کی تحقیق ہے کہ اس کا تعلق حقیقت کی کون سی قسم کے ساتھ ہے؟ اور کیا اسے مجازی طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے؟

(۱) لغوی اعتبار سے جہاد کی حقیقت

لفظ ''الجھاد'' رباعی فعل کا مصدر ہے۔ ''فِعال'' کے وزن پر یہ ''المفاعلة'' یعنی دوطرفہ کوشش کے معنی میں ہے۔ یہ بالکل اسی طریقہ پر ہے جیسے لفظ ''الخِصَام'' فعل ''خَاصَمَ'' کا مصدر ہے اور ''مخاصمة'' کے معنی میں ہے۔ اسی طرح لفظ ''الجِدَال'' جَادَلَ کا مصدر ہے اور ''مجادلة'' کے معنی عطا کرتا ہے۔

لفظ ''الجھاد'' ثلاثی فعل ''جَھِدَ'' کے مصدر کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ

صاحبِ قاموس فیروز آبادی نے ثلاثی کا مصدر بتا کر اس کے حسبِ ذیل تین معانی بیان کیے ہیں: (i) قوت وطاقت (ii) مشقت (iii) یُضَمُّ (ملاپ) (۹)

''لسان العرب'' میں اس کی مزید وضاحت ہے کہ ''الجَہد'' مشقت کے معنی میں ہے اور ''الجُہد'' طاقت کا معنی دیتا ہے۔ پھر کہتے ہیں ''**الجهاد استفراغ ما فی الوسع والطاقة من قول او فعل**'' (کسی کام میں قول وفعل کی تمام قوت وطاقت لگانا جہاد ہے۔) (۱۰)

''المنجد'' کے مؤلف کی تحقیق کے مطابق جَاهَدَ۔ مُجَاهَدَةً وَجِهَادًا اُس وقت کہا جاتا ہے جب ایک شخص کسی کام کے لیے اپنی تمام طاقت خرچ کر دے اور تمام قوت کام میں لائے۔ یا یہ کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک اپنے مدّ مقابل کو نیچا کرنے کے لیے اپنی تمام صلاحیت صرف کر ڈالے۔ (۱۱)

علامہ قسطلانی صحیح بخاری کی شرح میں رقم طراز ہیں:

''لفظ ''الجِہاد'' جیم کے کسرہ کے ساتھ یا تو بابِ مفاعلہ کا مصدر ہے۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے: جاهدتَ العدوّ مجاهدةً وجهادًا ''آپ نے دشمن کے مقابلے میں (اسے شکست دینے کی) بھرپور کوشش کی''۔ اور یہ اصل میں ''قِیتَال'' کی طرح ''جَیِہَاد'' تھا' پھر اس کی ''یاء'' کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا اور ''جِہَاد'' ہوگیا۔

یا یہ جیم کے فتحہ کے ساتھ ''الجَہد'' سے مشتق ہے۔ جَہد کا معنی انتہائی مشقت وتھکاوٹ کا ہے اور ظاہر ہے کہ نتیجے کے لحاظ سے ''الجِہاد'' میں بھی یہ معنی ہے کہ انسان شدید محنت کے بعد تھک جاتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ جیم کے ضمہ کے ساتھ ''الجُہد'' سے بھی مأخوذ ہوسکتا ہے۔ جبکہ ''الجُہد'' کا معنی طاقت وتوانائی ہے اور یہ بھی صحیح ہے' کیونکہ ''الجہاد'' کے عمل میں اس کا بھی حصہ ہے۔ ہر ایک مقابلے میں اپنی طاقت وتوانائی خرچ کرتا ہے''۔ (۱۲)

تفسیر نیشاپوری میں ہے: ''تحقیق یہ ہے کہ جہاد حصولِ مقصد کے لیے بے پناہ کوشش و طاقت صرف کرنے کا نام ہے''۔ (۱۳)

کسائی کی معروف کتاب ''بدائع الصنائع'' میں ہے: ''جہاں تک جہاد کی لغوی تعریف کا مسئلہ ہے تو وہ یہ ہے کہ لغت میں جہاد یا تو ''بذل الجهد'' (تمام وسعت و طاقت لگا دینا) سے عبارت ہے یا ''المبالغة فی العمل'' (کسی کام کو انتہائی بلیغ انداز سے سرانجام دینا) سے عبارت ہے۔ (۱۴)

علامہ حملاوی بدائع الصنائع کی شرح میں فرماتے ہیں کہ باب مفاعلہ کا اکثر استعمال مشارکت (دوطرفہ عمل) کے معنی میں ہوتا ہے' لیکن صاحب بدائع الصنائع نے ''المبالغة فی العمل'' سے باب مفاعلہ کے قلیل الاستعمال معانی ''مبالغہ'' اور ''بہتات'' کی طرف اشارہ کیا ہے' جیسے کہا جاتا ہے: **ضاعف مضاعفةً** بمعنی **ضَعَّفَ تَضْعِیفًا** اور مقصود مبالغہ ہوتا ہے۔(۱۵)

لفظ ''الجهاد'' کے لغوی معنی کے متعلق یہ اقوال نقل کرنے کے بعد ہم اس کی لغوی تعریف کر سکتے ہیں۔ اور یاد رہے جیسا کہ ہم پہلے تشریح کر چکے ہیں کہ یہ تعریف لفظ ''الجهاد'' کی حقیقتِ لغوی کے قبیل سے ہوگی۔

الجهاد

ایک دوسرے پر فتح حاصل کرنے کے لیے دونوں طرف سے کی جانے والی بھرپور کوشش کا نام جہاد ہے' خواہ یہ کوشش پوشیدہ ہی ہو۔ پوشیدہ کوشش کی مثال انسان کا اپنے نفس سے جہاد کرنا ہے اور وہ اس طرح کہ انسان کا نفس دو متناقض (متضاد) صفات پر مشتمل ہے جو ایک دوسری پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے باہم کشاکش میں رہتی ہیں۔ ایک کی دوسری پر فوقیت لے جانے کی یہ کوشش بھی لغوی لحاظ سے جہاد ہے۔

اس تعریف میں ہم نے ''لسان العرب'' اور شرح قسطلانی کی تعریفات کو جمع کر دیا ہے اور وضاحت کی خاطر ''وَلَوْ تَقْدِیْرًا'' (پوشیدہ ہونا) کے الفاظ بھی بڑھائے ہیں۔

جہاد کی اس لغوی تعریف کو بنیاد بناتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ طاقت وقوت اور بھرپور کوشش کبھی تو اسلحہ کے بل بوتے پر کی جاتی ہے اور کبھی اسلحہ کے بغیر بھی ہوتی ہے۔ کبھی تو اس میں مال بھی لگتا ہے اور کبھی یہ صرف گفت و شنید تک رہتی ہے(۱۶)' اور کبھی یہ کوشش کسی قول یا فعل سے باز رہنے کے لیے ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنے والدین کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور ان کے پیہم اصرار پر اسے صبر کرنا پڑتا ہے(۱۷)۔ اور جس طرح کوئی شخص خود کو ناجائز شہوت سے روکے رکھتا ہے حالانکہ اس کا نفس اسے ناجائز خواہش کی طرف مائل کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ بالکل یہی معانی صاحبِ **حاشية الجمل علی الجلالین** نے بیان کیے ہیں کہ جہاد دشوار گزار امر پر صبر کرنے کا نام ہے(۱۸)' برابر ہے کہ یہ میدانِ جنگ میں لڑائی کے دوران دشمن کے مقابلے میں ہو یا نفس کے مقابلے میں۔ لہٰذا ایک مسلمان کا جہاد یا تو نفس کے مقابلے میں ہوتا ہے' یا شیطان کے' یا خدا کے نافرمانوں کے' یا پھر کفار کے

مقابلے میں ہوتا ہے۔(۱۹)

''الجہاد'' کی اس لغوی تحقیق کی روشنی میں ایک مسلمان کا اللہ کی خوشنودی کی خاطر جہاد کرنا جہاد فی سبیل اللہ ہوگا اور جہاد فی سبیل الشیطان کفار کا غیروں کے ساتھ جہاد کرنا کہلائے گا۔ کیونکہ جہاد امام نیشاپوری کے الفاظ میں: **بذل الجھود فی حصول المقصود** (منزل ومقصود پانے کے لیے بھرپور جدوجہد کر ڈالنا) ہے۔(۲۰)

شرعی اعتبار سے جہاد کی حقیقت

پہلے پہل کتاب وسنت میں جہاد کا لفظ لغوی معنی میں نقل ہوتا رہا ہے' جیسا کہ اس کی مثال میں گزرا۔ پھر یہ لفظ شارع علیہ السلام کی طرف سے مخصوص شرعی معنی میں بھی استعمال کیا جانے لگا' اور وہ یہ کہ خدا کی راہ میں دشمنانِ اسلام سے لڑائی کرنا۔ عام ہے کہ یہ لڑائی بنفس نفیس ہو یا مال اور رائے کے ذریعے معاونت ہو۔(۲۱)

جہاد کی یہ مخصوص تعریف اسلام کے مدنی دَور میں کی گئی۔ مکی دَور میں جہاد کی کوئی مخصوص شرعی تعریف متعین نہیں کی گئی تھی۔ اس لیے مکی سورتوں میں لفظ ''الجہاد'' اپنی لغوی تحقیق میں استعمال ہوا ہے' اور ایسا سورۃ العنکبوت کی تین آیات میں ہے:

(i) ﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ط﴾ (آیت ۶)

''اور جو شخص محنت کرتا ہے تو وہ اپنے ہی (فائدے کے) لیے کرتا ہے''۔

(ii) ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ط﴾ (آیت ۸)

''اگر وہ دونوں (تیرے ماں باپ) تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کی حقیقت سے تو واقف نہیں تو تُو ان کی بات نہ مان''۔

(iii) ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط﴾ (آیت ۶۹)

''اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھادیں گے''۔

اور سورۂ لقمان کی ایک آیت میں ہے:

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا......﴾ (آیت ۱۵)

''اور اگر وہ دونوں (تیرے ماں باپ) تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان......''

جہاں تک مکی سورۃ ''النحل'' کی آیت: ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا

ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [پھر جن لوگوں نے آزمائش میں ڈالے جانے (تکالیف اٹھانے) کے بعد ہجرت کی' پھر جہاد کیا اور ثابت قدم رہے تو تمہارا پروردگار ان کو بے شک ان مصائب کے بعد بہت زیادہ بخشنے والا (اور) بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے] کا تعلق ہے' یہ آیت مفسرین کے مطابق مدنی ہے اور اس کے مدنی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ اس میں ہجرت کا تذکرہ ہے۔

مدنی سورتوں میں لفظ ''الجہاد'' ۲۶ مرتبہ وارد ہوا ہے اور ان تمام مقامات پر یہ مخصوص شرعی معنی میں مستعمل ہے۔ ان میں سے ایک مقام سورۃ النساء کی درج ذیل آیت ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''جو مسلمان بغیر کسی عذر کے گھروں میں بیٹھ رہنے والے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے لڑنے والے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے درجے میں فضیلت بخشی ہے۔ اور اچھا (نیک) وعدہ تو سبھی سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں کی نسبت اجر عظیم سے نوازا ہے''۔

یہاں اس آیت سے بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ جہاد کا مفہوم ''لڑائی (قتال) کے لیے نکلنا'' ہے۔ اس لیے کہ آیت میں واضح طور پر مقاتلین کو قاعدین (گھر بیٹھنے والوں) اور قتال کے لیے نہ نکلنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

اسی طرح سورۃ التوبہ کی درج ذیل آیت میں بھی جہاد شرعی تحقیق میں استعمال ہوا ہے:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ﴾ (آیت ۴۱)

''تم سبکبار ہو یا گراں بار (یعنی مال و اسباب تھوڑا رکھتے ہو یا زیادہ) نکل آؤ (گھروں سے) اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑو''۔

اس آیت میں لفظ ''اِنْفِرُوْا'' (جہاد کے لیے گھروں سے نکلو) کے بعد جہاد کا حکم دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ جہاد سے مراد و مقصود قتال (لڑائی) ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ﴿۸۶﴾﴾ (التوبة)

''اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر لڑائی کرو تو جو اُن میں دولت مند ہیں وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے دیجیے' جو لوگ گھروں میں رہیں گے ہم بھی اُن کے ساتھ رہیں گے''۔

اور:

﴿رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴿۸۷﴾﴾ (التوبة)

''یہ اس بات سے خوش ہیں کہ اُن (عورتوں) کے ساتھ رہیں جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں)' اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ تو یہ سمجھتے ہی نہیں''۔

اسی طرح سورۃ الصف کی ابتدا ہی میں آیت: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴿۴﴾﴾ [یقیناً اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اُن لوگوں سے جو اُس کی راہ میں صفیں باندھ کر (پرے جما کر) لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں] اور آیات ۱۰'۱۱ میں بھی جہاد کے اسی مفہوم شرعی یعنی قتال کو بیان کیا گیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴿۱۱﴾﴾

''اے مؤمنو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے خلاصی دے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے''۔

مذکورہ بالا تمام مدنی آیات وضاحت کے ساتھ قتال' اس کے اسباب (جیسے مال وقوت) اور اس کی شرائط' جیسے کفار کو لڑائی سے قبل اسلام کی دعوت دینا' پر دلالت کر رہی ہیں[۲۲]۔

قرآن مجید کے علاوہ سنت نبویؐ میں بھی لفظ الجہاد شرعی معنی میں وارد ہوا ہے۔ اس سلسلے کی چند احادیث پیش خدمت ہیں:

۱) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا :یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ' اَخْبِرْنَا بِعَمَلٍ یَعْدِلُ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((لَا تُطِیْقُوْنَهٗ)) قَالُوْا :یَارَسُوْلَ اللّٰهِ :اَخْبِرْنَا فَلَعَلَّنَا اَنْ نُطِیْقَهٗ ' قَالَ : ((مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآیَاتِ اللّٰهِ ' لَا یَفْتُرُ مِنْ صِیَامٍ وَلَا صَدَقَةٍ حَتّٰی یَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ اِلٰی اَهْلِهٖ))(۲۳)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہمیں ایسا عمل بتایئے جو (اجر کے اعتبار سے) جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم اُس کی طاقت نہیں رکھتے''۔ صحابہؓ نے پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! آپ بتایئے تو سہی' شاید ہم اس کی طاقت رکھتے ہوں! آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس روزے دار کی سی ہے جو اللہ کی حدوں پر قائم ہونے والا اور اللہ کے احکام کا فرماں بردار رہنے والا ہے' اُس کے روزے اور صدقے میں کبھی کمی واقع نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ وہ مجاہد اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ آئے''۔

اس حدیث میں سوال اور جواب کے دونوں مقامات پر مجاہد سے مراد مقاتل (اللہ کی راہ میں لڑنے والا) ہے۔

۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالُوْا :یَارَسُوْلَ اللّٰهِ :اَیُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ :((مَنْ عُقِرَ جَوَادُهٗ وَاُهْرِیْقَ دَمُهٗ))(۲۴)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: اے رسولِ خدا! کون سا جہاد افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جس میں عمدہ گھوڑوں کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں اور بہت زیادہ خون بہایا جائے (خون خرابا ہو)''۔ آپؐ کا اشارہ جنگ کی شدت کی طرف ہے۔

۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((لَمَّا اُصِیْبَ اِخْوَانُکُمْ بِاُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ اَرْوَاحَهُمْ فِیْ اَجْوَافِ طَیْرٍ خُضْرٍ ' تَرِدُ اَنْهَارَهَا وَتَاْکُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَسْرَحُ فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ شَاءَتْ' فَلَمَّا رَأَوْا حُسْنَ مَقِیْلِهِمْ وَمَطْعَمِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ قَالُوْا : یَا لَیْتَ قَوْمَنَا یَعْلَمُوْنَ مَا صَنَعَ اللّٰهُ لَنَا کَیْ یَرْغَبُوْا فِی الْجِهَادِ وَلَا یَنْکُلُوْا عَنْهُ ' قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :فَاِنِّیْ مُخْبِرٌ عَنْکُمْ وَمُبَلِّغٌ اِخْوَانَکُمْ فَفَرِحُوْا وَاسْتَبْشَرُوْا بِذٰلِکَ' فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ۙ ...... وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ﴾(۲۵)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنگ اُحد میں

تمہارے ساتھیوں کو شہادت نصیب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے بطون میں ڈال دیا جو جنت کی نہروں پر آئے' اس کے پھلوں سے کھایا اور جنت میں جہاں چاہا چلتے پھرتے رہے۔ جب انہوں نے اپنی شاندار آرام گاہوں' کھانوں اور مشروبات کو دیکھا تو پکار اٹھے: ''کاش ہماری قوم جان لے کہ اللہ نے ہم سے کیا خوب سلوک کیا ہے' تا کہ وہ جہاد میں رغبت کرنے لگیں اور اس سے پیچھے نہ ہٹیں۔ اللہ ربّ العزت نے (ان کی یہ گفتگو سن کر) فرمایا: میں تمہاری خبر بتائے دیتا ہوں اور تمہارے بھائیوں کو پہنچا دیتا ہوں جس سے وہ خوش ہو جائیں گے اور اسے بشارت جانیں گے۔ (نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ) یہ ہے اللہ ربّ العزت کا (وہ) فرمان: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ...... وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (آل عمران) [اور وہ لوگ جو راہِ خداوندی میں قتل کر دیے گئے تم انہیں مُردہ نہ جانو' بلکہ وہ زندہ ہیں' اپنے ربّ کے ہاں رزق دیے جا رہے ہیں......اور اللہ ایمان والوں کے اجر ضائع نہیں کرتا۔]''

سنت کی کتابوں میں دسیوں ایسی احادیث ہیں جن میں لفظ ''الجہاد'' قتال کے معنی میں ذکر کیا گیا ہے۔ مزید برآں بہت سے دوسرے الفاظ بھی جہاد کے معنی میں استعمال کیے گئے ہیں' جیسے الحرب' الغزو' القتال وغیرہ۔ یہ تمام اور ان جیسی بہت سی نصوص اس بات کی وضاحت کر دیتی ہیں کہ شریعت نے لفظ ''الجہاد'' کو عام لغوی معنی کے بجائے خاص معنی میں نقل کیا ہے اور وہ القتال فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں قتال اور اس کے متعلقات) ہے۔ جن مصادرِ شریعت میں جہاد کی تعریف قتال فی سبیل اللہ کی گئی ہے ہم اُن میں سے فقہ کی کتابوں کے چند اقتباسات پیش کیے دیتے ہیں' کیونکہ ان کتابوں میں جہاد کے شرعی معنی اور اس سے متعلق احکام کا تفصیلاً بیان ہے۔ مذہب حنفی کے مطابق صاحب بدائع الصنائع لکھتے ہیں:

> ''جہاد لغوی اعتبار سے بھرپور کوشش کرنے کا نام ہے اور عرفِ شریعت میں یہ نفس' مال اور گفتگو کی طاقت و صلاحیت کو قتال فی سبیل اللہ میں لگانے کے لیے استعمال ہوتا ہے''۔(۲۶)

مذہب مالکی کی جانب سے محمد علیش ''منح الجلیل'' میں رقم طراز ہیں:

> ''جہاد سے مراد یا تو کسی مسلمان کا اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر ایسے کافر سے قتال کرنا ہے جو صاحب عہد نہ ہو یا کسی مسلمان کا میدان میں اترنا یا یہ کہ کسی مسلمان کا قتال کی غرض سے کافر کے ملک میں داخل ہونا ہے''۔(۲۷)

شافعیہ کے نزدیک جہاد کی تعریف کے متعلق صاحب ''الاقناع'' فرماتے ہیں: **الجھاد القتال فی سبیل اللّٰہ** یعنی جہاد اللہ کی راہ میں قتال کرنے کا نام ہے[۲۸]۔ اسی طرح امام شیرازی شافعی نے ''المھذب'' میں جہاد کا معنی ''القتال'' مقرر کیا ہے۔[۲۹]

حنابلہ کے مذہب کی تفصیل ابن قدامہ کی معروف تالیف ''المغنی'' میں ہے:

''کتاب الجہاد میں وارد ہونے والے تمام الفاظ الحرب (لڑائی) اور قتال العدو (دشمن سے لڑائی کرنا) کے معنی میں ہیں' خواہ وہ فرضِ عین کی نوعیت کا جہاد ہو یا فرضِ کفایہ کی۔ خواہ اس میں جہاد کی وہ صورت ہو جس میں مسلمانوں کی حفاظت کا انتظام کیا جاتا ہے یا پھر اُس کا تعلق سرحدوں کی دفاعی حکمت عملی یا حفاظت سے ہو۔ اسی لیے مشہور ہے: ''**الرباط اصل الجھاد و فرعہ**'' کہ سرحدوں پر پہرہ دینا ہی جہاد کی اصل اور اس کی فرع ہے''۔[۳۰]

عرف عام میں جہاد کا مفہوم

عہد اسلام میں لفظ جہاد کا عرفی مفہوم اس کے لغوی معنی سے شرعی معنی کی طرف منتقل ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ اس لفظ سے مطلق طور پر صرف قتال کا معنی ہی سمجھا جانے لگا۔ اس طرح وضع عرفی اور وضع شرعی کا جہاد کے ایک معنی پر اتفاق ہو گیا ہے۔ وضاحت کی خاطر اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱) **ان ابا عبیدۃ بن الجراح کتب الی عمر بن الخطاب یجیب علی کتاب کان قد بعثہ الیہ :"سلام! اما بعد' فانّ اللّٰہ تبارک وتعالٰی قال : ﴿اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ...... الآیۃ﴾ قال: فخرج (عُمَرُ) لکتاب ابی عبیدۃ ' فقرأہ علی الناس فقال :یا اھل المدینۃ! انما کتب ابو عبیدۃ یعرض بکم' ویحثکم علی الجھاد......** [۳۱]

''حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجے گئے خط کا جواب ارسال فرماتے ہوئے لکھا ''السلام علیکم! اما بعد' پس بے شک اللہ ربّ العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ......الآیۃ﴾ [دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ بس کھیل کود' زیب و زینت' باہمی تفاخر اور مال و اولاد میں زیادتی کا نام ہے۔] راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت

ابوعبیدہؓ کے خط کو لے کر نکلے اور اسے لوگوں کے سامنے پڑھا اور فرمایا: اے اہل مدینہ! ابوعبیدہ تم پر طعن کر رہے ہیں اور تمہیں جہاد پر ابھار رہے ہیں''۔

تو یہاں لفظ ''الجہاد'' کا معنی کہنے والے اور سننے والوں کے عرف میں قتال فی سبیل اللہ کے علاوہ کچھ نہیں۔

۲) **عن علی بن زید بن جدعان قال :قال ابو طلحة :﴿انْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ قال: كهولا وشبابا' قال :ما أرى الله عذر احدًا' فخرج الى الشام فجاهد**(۳۲)

''حضرت علی بن زید بن جدعان نے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت ابوطلحہؓ نے قرآنی الفاظ پڑھے: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا [ہلکے ہو یا بوجھل (اللہ کی راہ میں) نکلو!]اور کہا ''بوڑھے ہو یا جوان''۔ نیز فرمایا: ''مجھے نہیں معلوم کہ اللہ نے کسی کو بریٔ الذمہ قرار دیا ہو''۔ وہ شام کی طرف چلے گئے اور جہاد کیا''۔

تو یہاں راوی علی بن زید کا صحابیٔ رسولؐ حضرت ابوطلحہؓ کے بارے میں یہ فرمانا کہ ''وہ نکلے اور جہاد کیا'' سے لفظ ''جہاد'' کے معنی ''اللہ کی راہ میں قتال کے لیے جانے'' کے سوا اور کوئی نہیں ہیں۔ جیسا کہ سیاق کا بھی تقاضا ہے۔

۳) **جاء رجل الى ابى موسى الاشعرى فى المسجد فقال :يا عبد الله بن قيس! فسماه باسمه' فقال :أرأيتَ ان انا اخذتُ سيفي فجاهدتُ به اريد وجهَ الله فقُتِلتُ ' وانا على ذلك ' اين انا؟ قال :في الجنة**(۳۳)

''ایک آدمی مسجد میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس آیا تو اس نے ان کا نام لے کر کہا: ''اے عبداللہ بن قیس! آپ کا کیا خیال ہے' اگر میں اپنی تلوار لوں اور اس سے اللہ کی خوشنودی کے لیے جہاد کروں اور مارا جاؤں تو میں اس وجہ سے کہاں ہوں گا؟'' تو انہوں نے فرمایا: ''جنت میں''۔

یہاں بھی قول ''جَاهَدْتُ'' قتال کے معنی میں ہی ہے۔

ان دلائل کے ساتھ ہمارے لیے واضح ہو چکا ہے کہ الجہاد کا عرفی مفہوم عہد اسلام میں قتال' غزوہ' حرب اور وہ چیزیں جو ان کی دعوت دیتی اور ان کے لیے امداد مہیا کرتی ہیں' سے باہر نہیں۔

عرفِ خاص (اصطلاح) میں جہاد کا مفہوم

فقہ' حدیث' تفسیر اور سیرت کے علماء نے ان علوم میں لفظ الجہاد کا کوئی خاص اصطلاحی

مفہوم متعین نہیں کیا' بلکہ انہوں نے عرفی اور شرعی معنی یعنی قتال فی سبیل اللہ کو ہی بنیاد بنایا ہے۔ چنانچہ یہ علوم اسلامیہ جہاد کی اصطلاحی تعریف شرعی معنی کے اعتبار سے ہی کرتے ہیں۔

جہاد کی شرعی تعریف کے ضمن میں جو وضاحت گزر چکی ہے اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ اصطلاحی تعریف وہ ہے جو قسطلانی نے بخاری کی شرح میں ذکر کی ہے:

قتالُ الکفارِ لنصرةِ الاسلام واعلاءِ کلمةِ اللّٰہ

''اسلام کی نصرت اور اللہ کے قانون کے غلبے کی خاطر کفار سے جنگ کرنا''۔(۳۴)

مندرجہ بالا بحث کے تناظر میں ہم خلاصۃً یہ کہہ سکتے ہیں کہ جہاد کے دو مفاہیم ہیں:

(۱) لغوی مفہوم: مدافعت میں دونوں طرف سے بھرپور قوت و طاقت خرچ کرنے کا نام جہاد ہے' خواہ یہ مخفی نوعیت کی ہی ہو۔

(۲) شرعی' عرفی' اصطلاحی مفہوم: تینوں اعتبار سے جہاد کا مفہوم ہے ''چند شرائط کے ساتھ اللہ کی راہ میں قتال کرنا''۔ لہٰذا جب بھی لفظِ جہاد شریعت میں مطلق طور پر استعمال کیا جائے تو حقیقی' شرعی' عرفی اور اصطلاحی حیثیت سے اس کا یہی دوسرا مفہوم سمجھا جائے گا۔ اس کا لغوی مفہوم صرف اس صورت میں سمجھا جائے گا جب کوئی قرینہ لفظی یا حالی کیفیت میں موجود ہو۔ نیز یہ مفہوم مجاز کے قبیل سے ہوگا' جیسا کہ حقیقت و مجاز کے تحت وضاحت گزر چکی ہے۔

جہاد کے مفاہیم کی مزید وضاحت کے لیے یہ حدیث بھی قابل مطالعہ ہے:

((رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ)) قَالُوْا : وَمَا الْجِهَادُ الْاَكْبَرُ؟ قَالَ :((جِهَادُ الْقَلْبِ))۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ :((مُجَاهِدَةُ الْعَبْدِ هَوَاهُ))(۳۵)

''ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹے ہیں۔'' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: حضور! جہادِ اکبر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''دل کا جہاد''۔ اور ایک روایت میں آپؐ نے فرمایا: ''بندے کا اپنی خواہشاتِ نفس کے خلاف جہاد کرنا''۔

اگر فرضی طور پر مان لیا جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں پیغمبر کے قول ''الجہاد الاصغر'' سے مراد جہاد کا شرعی و عرفی مفہوم ہے اور ''الجہاد الاکبر'' سے مراد اُس کا لغوی مفہوم ہے۔ یہ مفہوم انسان کے اپنے قلب و نفس کی خواہشات سے مقابلہ کرنے اور اپنے نفس کو مطیع بنانے پر مشتمل ہے۔

جو چیز اس لغوی معنی کو مذکورہ حدیث کے مخاطبین کے ہاں مجاز ٹھہراتی ہے اور یہ وضاحت

کرتی ہے کہ یہاں شرعی معنی ہی اس لائق ہے کہ اسے حقیقی مفہوم گردانا جائے' وہ ایک تو یہ اصول ہے کہ حقیقی معنی وہ ہوتا ہے جس کی طرف بالبداہۃ ذہن مائل ہو جائے اور دوسری چیز میری رائے کے مطابق حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا جہادِ اکبر کے بارے میں سوال کرنا ہے' کیونکہ جس جہاد کے لیے وہ گھر سے نکلے تھے اور پھر فارغ ہو کر گھروں کی طرف رجوع کیے ہوئے تھے اور جس جہاد کے غبار سے ابھی اُن کے جسم اٹے ہوئے تھے' اس کا مفہوم تو وہ بخوبی سمجھتے تھے۔ یہ جہاد ''القتال'' کی تشریح میں ان کے ہاں شرعی اور عرفی طور پر معروف تھا۔ ان کے لیے باعث تعجب تو یہ تھا کہ جسے وہ اپنے تئیں اہل و عیال کی جانب واپسی کا سفر سمجھ رہے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے ''جہادِ اکبر'' فرما رہے ہیں اور جہاد کا جو معروف مفہوم ان کے اذہان میں تھا اس کا اطلاق قطعی طور پر ان کی اس حالت پر نہ ہوتا تھا۔ قاعدہ ہے کہ اگر لفظ غیر معروف تفسیر کا تقاضا کرے تو وہ اس کی مجازی تفسیر و تعریف ٹھہرتی ہے۔ گویا یہ تفسیر ہی مجازی معنی کے لیے لفظی قرینہ کی حیثیت رکھتی ہے' جیسا کہ ''الجہاد الاکبر'' کی تفسیر ''جہاد القلب'' (دل سے جہاد کرنا) یا ''مجاھدۃ العبد ھواہ'' (بندے کا اپنی خواہشات سے مجاہدہ کرنا) کر دی گئی جو کہ مجاز پر لفظی قرینہ ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا دشمن کے ساتھ مڈبھیڑ کے بعد گھروں کو لوٹنا مجازی معنی کے لیے قرینہ حالیہ ہو۔ اس طرح ان کا تفسیر طلب کرنا قرینہ حالیہ کو مزید پختہ کرنے کے لیے ہوگا۔

اس کے بعد یہ سوال بھی قابل غور ہے کہ اگر ''المتبادر الی الذھن'' (ذہن کا پہلی ہی دفعہ میں مائل ہو جانا) کسی معنی کے لیے حقیقی ہونے کی بنیاد ہے' جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے۔ تو اُن نصوص کا کیا مفہوم ہے جن میں جہاد کا لفظ ایسی ترکیب میں استعمال کیا گیا ہے کہ ذہن اسے پڑھتے ہی مجازی معنی کی جانب چلا جاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں ''بِرّ الوالدین'' (والدین سے حسن سلوک) کے حوالے سے ایک روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ : اُجَاهِدُ' قَالَ : ((لَكَ اَبَوَانِ؟)) قَالَ : نَعَمْ' قَالَ : ((فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ))

چنانچہ ابن حجر رحمہ اللہ نے کلمہ ''فَجَاهِدْ'' کی تفسیر لغوی اعتبار سے کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ لفظ ''الجہاد'' جب مطلق استعمال ہو تو اس کا معنی ''قتال العدو'' (دشمنوں سے قتال کرنا) ہے۔ پھر

فرماتے ہیں کہ جہاں تک نص ''فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ'' کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ''فان کان لک ابوان ما بلغ جهدك في برّهما والاحسان اليهما فان ذلك يقوم لك مقام قتال العدو''یعنی اگر آپ کے والدین زندہ ہیں تو یہی زیادہ لائق ہے کہ آپ ساری محنت و کوشش ان کی خدمت اور حسن سلوک برتنے میں لگائیں۔ یہ عمل (اجر کے اعتبار سے) قتال العدو (دشمن سے جنگ) کے قائم مقام ہو جائے گا۔

حدیث میں اس لفظ کے مجازی استعمال کی توجیہہ امام صنعانیؒ نے کچھ یوں کی ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''انسان کے نفس کا اپنے والدین کے فوائد اکٹھے کرنے میں مشقت اٹھانا' جو وہ چاہتے ہیں اسے مہیا کرنے کے لیے پریشانی کا سامنا کرنا اور ان کی ضروریات کے پورا کرنے میں مال کا خرچ کرنا' ان تمام امور کو نبی ﷺ نے جہاد سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ اسلوب ''المشاكلة'' کے قبیل سے ہے' جس کی تفصیل یہ ہے: آدمی نے چونکہ جہاد کی اجازت چاہی تھی اس لیے نبی ﷺ نے جواب میں جو صورت پیش کی وہ جہاد تو نہ تھی لیکن سوال کا اعتبار کرتے ہوئے بعض مناسبات کی وجہ سے اسے بھی ''جہاد'' کہہ دیا۔
>
> یہ اسلوب کلامِ خدا میں بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:
>
> ﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ﴾ (الشوریٰ: ۴۰)
>
> ''اور برائی کا بدلہ ہے برائی ویسی ہی''۔
>
> یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دو متضاد چیزوں میں پائی جانے والی نسبت تضاد سے استعارہ ہو۔ اور وہ اس طرح کہ جہاد کے مفہوم میں ''انزال الضرر بالاعداء'' (دشمن کو نقصان پہنچانا) داخل ہوتا ہے۔ چنانچہ متضاد مناسبت کی بنا پر اسے انزال النفع بالوالدین (والدین کو نفع دینا) کے معنی میں استعمال کر لیا گیا''۔(۳۶)

جہاد کی شرعی تعریف کرنے کے بعد ضروری ہے کہ تمیز کی جائے کہ وہ جنگیں جو مسلمانوں میں رائج ہیں' خواہ وہ داخلی سطح کی ہوں یا خارجی سطح کی' جہاد کے زمرے میں آتی ہیں یا نہیں!

قتالِ داخلی کی بہت سی انواع ہیں جن کا مشاہدہ مسلم ممالک کی جماعتوں اور گروہوں کے درمیان ہونے والی لڑائیوں میں کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے بعض انواع اُس قتال کی ہیں جو دائرۂ اسلام سے خارج ہو جانے والے گروہوں کے ساتھ ہوتا ہے اور بعض اس کی ہیں جو مسلمان گروہوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح ان ذمیوں کے خلاف لڑائی جو عہد توڑ چکے ہوں

اور مسلمانوں کے خلاف بغاوت پر اتر آئے ہوں' بھی داخلی قتال کی اقسام میں شامل ہے۔ ان انواع کے حوالے سے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کس قسم کو جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ دیا جا سکتا ہے تا کہ اس پر جہاد کے احکام جاری ہوں' اور کون سی قسم جہاد فی سبیل اللہ کی تعریف پر پوری نہیں اترتی۔ اور ظاہر ہے پھر اس پر جہاد والے احکام بھی جاری نہ ہوں گے۔

قتال داخلی کی طرح خارجی کی بھی بہت سی انواع ہیں جن کے اعلاء کلمۃ اللہ کے ساتھ ساتھ دوسرے بھی بہت سے اہداف ہوتے ہیں اور بسا اوقات اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا ہی نہیں' صرف دیگر مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں۔

بہر حال وہ کون سے مقاصد ہیں جن کی خاطر کیے جانے والے قتال کو شرعی طور پر شرفِ جہاد بخشا جا سکتا ہے اور کون سے مقاصد یہ استحقاق نہیں رکھتے؟ تو فقہاء نے معروف جہاد کے علاوہ قتال کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں اور ان میں سے بعض کو ''**حروب المصالح**''[۳۷] کا عنوان دے کر ان کے تحت **قتال اهل الردة** (مرتدین سے قتال)' **قتال اهل البغی** (باغیوں سے قتال) اور **قتال المحاربین** (دہشت گردوں سے قتال) کا تذکرہ کیا ہے۔

تاہم میں نے جہاد کی اس کے غیر سے اچھی طرح وضاحت کے لیے فقہ' حدیث' سیرت اور تاریخ اسلامی کی کتابوں کو کھنگالا تو قتال کی مزید انواع بھی سامنے آئیں۔ ان میں سے بعض کو لفظ ''الجہاد'' کے تحت درج کیا گیا ہے' بعض کے متعلق آراء مختلف ہیں اور بعض جہاد سے دُور کا بھی واسطہ نہیں رکھتیں۔

جلد ہی قتال کی ان انواع پر ہم روشنی ڈالیں گے تا کہ وضاحت ہو جائے کہ کون سی قسم جہاد کے باب سے نسبت رکھتی ہے اور کس کا تعلق غیر جہاد سے ہے۔

لیکن میں حروب المصالح جیسی انواع کا تذکرہ اختصار کے ساتھ کروں گا' کیونکہ فقہ اسلامی کی کتابوں میں ان پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔ اس کے علی الرغم قتال کی بعض انواع پر میں نے ان کی عصر حاضر میں اہمیت کے پیش نظر طویل بحث کی ہے' اور یہ بحث اس لیے بھی ضروری ہے کہ قدیم مراجع میں ان انواع کی طرف خاص توجہ نہیں دی گئی۔

قتال کی وہ انواع جن کی تحقیق و دراسہ ہم ضروری سمجھتے ہیں' ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(۱) **قتال اهل الردة** (مرتدین سے قتال)

(۲) **قتال اهل البغی** (باغیوں سے قتال)

(۳) قتال المحاربين (دہشت گردوں سے قتال)

(۴) القتال لدفاع عن الحرمات الخاصة

(۵) القتال لدفاع عن الحرمات العامة

(۶) القتال ضد انحراف الحاكم

(۷) قتال الفتنة

(۸) قتال مغتصب السلطة

(۹) قتال اهل الذمة

(۱۰) قتال الغارة من اجل الظفر بمال العدو

(۱۱) القتال لاقامة الدولة الاسلامية

(۱۲) القتال من اجل وحدة البلاد الاسلامية

(قتال کی ان تمام انواع پر مفصل بحث جاری ہے۔)

حواشی

(۱) اصول الفقه الاسلامی لدکتور وهبة الزحیلی ۲۹۲/۱۔

(۲) ارشاد الفحول' الشوکانی ۲۰۔

(۳) اصول الفقه محمد ابوالنور زهیر ۵۲/۲۔

(٤) اصول الفقه محمد ابوالنور زهیر ۹۳/۲۔

(٥) الاحکام فی اصول الاحکام' الآمدی ۲۷/۱ اور الفروق للقرافی ۸۵/۳۔

(٦) اصول الفقه' محمد ابوالنور زهیر ۵۲/۲

(۷) اجابة السائل بشرح بغية الآمل للصنعانی' ص ۲٦۲۔واصول الفقه الاسلامی الزحیلی' ۲۹۳/۱۔

(۸) مسند احمد بن حنبل ٤۹۸/۳۔ وابوداوٗد' ح ٥١٤٢۔ وابن ماجه' ح ٣٦٦٤۔

(۹) القاموس المحيط للفيروزبادی' مادة : جهد۔

(۱۰) لسان العرب لابن منظور' مادة : جهد۔

(۱۱) المنجد' مادة : جهد

(۱۲) القسطلانی علی البخاری ٣٠/٥۔

(۱۳) تفسير النيسابوری ١٢٦/١١۔